

اس بیان کے بعد سچ مجبور تھا کہ مولانا کو سزا دے۔

بعض لوگوں نے مولانا کی معطلات میں دستگاہ کو دیکھتے ہوئے مزید داستان بنائی کہ مولانا نے چند الزام اپنے اوپر خود ہی قائم کر لئے اور پھر ان کو تار عنکبوت کی طرح توڑ دیا۔ لیکن یہ بیانات چنداں قابل وقعت نہیں ہیں۔ مولانا فضل حق خود نوشت میں سچ کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

”میرا معاملہ ایسے ظالم حاکم کے سپرد کر دیا جو مظلوم پر رحم کرنا ہی نہ جانتا تھا۔
— اس ظالم نے میری جلا وطنی اور غرقید کا فیصلہ صادر کیا۔“

مولانا کے اس ریمارک کے پیش نظر کیونکر اس داستان کو مانا جاسکتا ہے۔ مولانا تہر نے ان داستان بانیوں کو بے حقیقت قرار دیا ہے۔

بہر حال مولانا کو جس دوام کی سزا ہوئی اور جملہ جائداد کی ضبطی کا حکم صادر ہوا۔ جائداد ضبط ہو گئی اور مولانا کو انڈیمان روانہ کر دیا گیا۔ اس بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ انڈیمان کب پہنچے البتہ ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ ان سے پہلے مفتی عنایت احمد کاکوروی، مفتی مظہر کریم دریا آبادی اور کئی دوسرے علماء وہاں پہنچ چکے تھے۔

انڈیمان کی ناخوشگوار زندگی | مولانا انڈیمان کی آب دہوا کے بارے میں لکھتے ہیں۔
”آب دہوا ناموافی، پہاڑی علاقہ، اس میں دشوار گزار گھاٹیاں اور راستے، وہاں کی باد صبا ٹوسے بھی زیادہ سخت، غذا حنظل سے زیادہ کڑوی، پانی سانپوں کے زہر سے بڑھ کر ضرر رساں اور اس کے سنگینے بدن کی پھنسیاں۔“

مولانا نے یہ کوئی شاعری نہیں کی ہے، اور نہ انہوں نے اپنی خود نوشت کو ہی جاذب نظر بنانے کے لئے ایسی عکاسی کی ہے، موجودہ دور میں بھی کالا پانی کی زندگی اس سے کچھ ہی مختلف ہے۔ اور جس دور کی زندانی زندگی کا مولانا تذکرہ کرتے ہیں۔ اُس وقت تو حالات ایسے ہی ہونگے۔ اسی ناموافی آب دہوا اور زہریلے ماحول کا اثر تھا کہ وہ کئی سخت امراض میں مبتلا ہو گئے۔ خارش کے باعث بدن زخموں سے بھر گیا تھا۔ اور ان زخموں کی ٹیسیں روح کو تحلیل کر دیتی تھیں۔ بیان کیا جاتا ہے، کہ آغاز میں مولانا کے ذمے صفائی کی خدمت کی گئی۔ ٹوکرا اٹھائے کوڑا کرکٹ پھینکتے رہتے۔ ان کے کپڑے اتروائے گئے۔ تہبند اور کمٹی دے دی گئی تھی۔ پاؤں سے

ننگے رہتے تھے۔ یہ وہ دلخراش منظر تھا جو صرف اس جرم کی پاداش میں دیکھنا پڑا کہ یہ دیوانے اسلام کا جھنڈا بلند کرنے کیلئے کیوں اٹھے تھے، اور انہوں نے "آزادی" کا نام کیوں لیا تھا۔
— آخر میں مولانا کا علم و فضل کام آیا اور انہیں برائے نام محرمی کا کام سونپ دیا گیا۔

وفات | مولانا کے صاحبزادے عبدالحق نے ولایت میں مرائہ دائر کر رکھا تھا۔ وہ منظور ہوا مولانا کی رہائی کا حکم آگیا۔ صاحبزادہ انہیں لانے کے لئے انڈیمان روانہ ہوا۔ جہاز سے اترنے پر ایک جنازہ دکھائی دیا جس کے ساتھ بڑا ہجوم تھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ اُس غریب القیاد کا جنازہ ہے جس نے اپنے ملک کی آزادی کے لئے فتویٰ جہاد پر دستخط کئے تھے۔

۱۲، صفر ۱۳۷۰ھ (۱۹ اگست ۱۸۶۱ء) کو مولانا اس بہانہ فانی سے عالم بقا کو روانہ ہوئے۔
مولانا عبد الشاہد خان فراتے ہیں کہ مولانا کا مزار اب تک مرجع خلعت اور زیارت گاہ خاص عام والہ! وہ مجاہد آزادی خیر آباد میں پیدا ہوا، دہلی میں جوانی گزاری، لکھنؤ میں بوڑھا ہوا، اور وطن سے دور ہزار انڈیمان میں ہمیشہ کی نیند سو گیا۔ ع۔

جن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستان میری
ازواج و اولاد | مولانا نے دو شادیاں کیں، پہلی اہلیہ بی بی دزیرن سے تین صاحبزادیاں تھیں اور ایک صاحبزادہ شمس العلماء عبدالحق خیر آبادی تھے۔ دوسری اہلیہ دہلوی تھیں ان سے دو لڑکے مولوی شمس الحق اور مولوی علاء الحق تھے۔

تلامذہ | مولانا فضل حق سے ان گنت افراد نے فیض اٹھایا، اور مولانا مہر کے الفاظ میں "تبعہ کے بعد کے دور کے اکثر اکابر علم انہیں کے شاگرد یا شاگردوں کے شاگرد تھے۔" تاہم ان کے شاگردوں میں مندرجہ ذیل اصحاب کے نام زیادہ مشہور ہیں۔

۱۔ شمس العلماء مولانا عبدالحق خیر آبادی (خلف الرشید) م۔ ۱۳۱۶ھ (آرامہ امام وقت است) ۱۳۱۶ھ

۲۔ ہدایت اللہ خان جوہپوری (استاد مولانا سلیمان اشرف مرحوم)

۳۔ فیض الحسن سہارنپوری (استاد مولانا شبلی نعمانی)

۴۔ مولانا جمیل احمد ۵۔ مولانا عبد القادر بدایونی ۸۔ مولانا شاہ عبدالحق کانپوری

۵۔ مولانا سلطان احمد بریلوی ۹۔ مولانا ہدایت اللہ بریلوی (استاد فضل حق رامپوری)

۶۔ مولانا عبد اللہ بکرامی ۱۰۔ مولانا غلام قادر ۱۱۔ مولانا خیر الدین دہلوی (والد مولانا ابوالکلام آزاد)

ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی
پی۔ ایچ۔ ڈی

تحقیق اور ریسرچ

یا

صلیبی جذبہ انتقام کی آسودگی

ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی نے حالے میرے لیڈ سے یونیورسٹی (انگلینڈ) سے علم سائنات پر پی۔ ایچ۔ ڈی کیا ہے۔ وہ ڈگری سے کرسچن وری عربیہ والپور ہوئے تو وہاں کے اخبار "المنہلہ" کے نمائندے سے ان سے ایک انٹرویو لیا ہے۔ المنہلہ ۲۷ جولائی ۱۳۸۸ھ میں شائع ہوا۔ اسے انٹرویو کے بعض اجزاء یہاں نقل لئے جاتے ہیں۔



ادبرا یونیورسٹی نے تفسیر قرآن کے کسی موضوع پر ریسرچ کے لئے ایک اسکالرشپ کا اعلان کیا۔ اتفاقاً اس اسکالرشپ کے مستحق ایک پاکستانی طالب علم قرار پائے، انہیں علم و تحقیق کے شوق نے لندن پہنچا دیا۔ پاکستانی طالب علم بے مدد خوش تھا، اور اپنی قسمت پر نازاں، مگر اسے جلد ہی وطن واپس ہونا پڑا۔ یونیورسٹی پہنچنے پر اسے بتایا گیا کہ یہ وظیفہ اسے تفسیر قرآن کے کسی موضوع پر ریسرچ کے لئے دیا جائے گا یہ بات کچھ زیادہ تعجب خیز نہ تھی۔ لیکن جب وہ اپنے پروفیسر پر تفسیر سے ملا اور اس نے تفسیر پر کام کرنے کی نوعیت بتائی تو اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی، اس کے کانوں میں پروفیسر کی یہ آواز گونجی کہ قرآن پاک خدا تعالیٰ کا کلام اور وحی نہیں ہے، بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خود اپنی تصنیف ہے، ریسرچ اسکالرشپ کو اسے ہی بنیاد بنائے علم و تحقیق کی روشنی میں کرنا پڑے گا۔

— قابل افسوس اور باعث شرم — پاکستانی طالب علم زبان سے صرف یہی لفظ ادا کر سکا۔ اس نے اپنا سامان اٹھایا اور وطن واپس آ گیا۔

یہ واقعہ جناب ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب ندوی نے بیان کیا۔ بد لندن سے ابھی کچھ روز